Regd S. No 1411

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پوسٹ بکس نمبر ۷۳۹۴ کراچی ۳
رجسٹرڈ ایس نمبر ۱۴۱۱

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کا روزنامہ

المصلح

فی پرچہ ۱ر

منگل

۲۷ جمادی الاول ۱۳۷۳ھ

ایڈیٹر: عبد القادر بی۔ اے

جلد ۷ | ۲ تبلیغ ۱۳۳۳ ھش۔ ۲ فروری ۱۹۵۴ء | نمبر ۲۵

آغاخاں کو تولنے کی رسم میں صرف ۱۵ اونس پلاٹینم استعمال کیا جائیگا

اسمٰعیلی فرقے کی فلاح و بہبود کیلئے مالی کارپوریشن قائم کرنے کا فیصلہ

کراچی ۳۱ رجنوری۔ ہز ہائی نس آغا خاں کی پلاٹینم جوبلی کمیٹی کے چیئرمین مسٹر امیر علی فینسی نے اعلان کیا ہے کہ ہز ہائی نس آغا خاں نے آج گورنر جنرل ہاؤس میں پلاٹینم جوبلی کی کمیٹی کے ارکان کو شرف ملاقات بخشا۔ اس ملاقات کے دوران انہوں نے ہدایت کی کہ انہیں پلاٹینم میں تولنے کی رسم صرف علامتی طور پر انجام دی جائے۔ یہ رسم بروز جمعہ ۳ فروری کو منعقد ہوگی۔ اس رسم میں پلاٹینم صرف علامت کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لئے ترازو کا توازن اس طرح قائم کیا ہے کہ ایک اونس پلاٹینم ۱۴ پونڈ وزن ظاہر کریگا۔ اس طرح ہز ہائی نس کو تولنے کے لئے صرف ۱۵ اونس پلاٹینم درکار ہوگا۔ پیرس سے آغا خاں کے ایک پیرو نے ۲۰ اونس پلاٹینم پاکستان بھیجا ہے۔ مسٹر امیر علی فینسی نے کہا ہے کہ ہز ہائی نس آغا خاں نے پلاٹینم کو محض علامتی طور پر استعمال کرنے کی تجویز اس لئے پیش کی ہے کہ پلاٹینم کو پاکستان لانے میں کثیر تعداد میں جو زر مبادلہ خرچ ہوتا ہے اسے بچا لیا جائے۔ ہز ہائی نس کو تولنے کے لئے جس قدر پلاٹینم کی ضرورت تھی۔ اس کی قیمت تقریباً دس لاکھ روپیہ ہوتی ہے۔ پلاٹینم جوبلی ایسوسی ایشن جو چار سال قبل تیس لاکھ روپے جمع کرنے کے لئے قائم کی گئی تھی۔ اب تک ۲۶ لاکھ روپے جمع کر چکی ہے۔ ہز ہائی نس آغا خاں کی ہدایت کے مطابق پلاٹینم جوبلی ایسوسی ایشن کی طرف سے جمع شدہ تمام رقم سے پلاٹینم جوبلی فنانس کارپوریشن قائم کی جائے گی۔

نائیجیریا (مغربی افریقہ) کو ۱۹۵۶ء میں خود مختاری حاصل ہو جائیگی۔

لیگوس یکم فروری معلوم ہوا ہے کہ مغربی افریقہ کی برطانوی نو آبادی نائیجیریا کو ۱۹۵۶ء میں حکومت خود مختاری حاصل ہو جائے گی۔ اس کا اعلان آج نائیجیریا کے دارالحکومت میں کیا گیا ہے۔

سپین کے مختلف علاقوں میں امریکہ چار ہوائی اڈے قائم کریگا

امریکہ کی بحری فوج کے استعمال کے لئے سات گودیاں بھی تعمیر کی جائینگی۔ امریکہ اور سپین کے سمجھوتے کی بعض تفصیلات

واشنگٹن یکم فروری۔ امریکی ایوان نمائندگان کی کمیٹی نے امریکہ اور سپین کے درمیان سمجھوتے کی بعض تفصیلات شائع کر دی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ سپین میں چار ہوائی مستقر قائم کرے گا۔ سب سے بڑا ہوائی مستقر سپین کے دارالحکومت میڈرڈ میں قائم کیا جائے گا۔ دو انتہائی جنوبی علاقہ میں اور چوتھا شمال مشرقی حصہ میں قائم ہوگا معلوم ہوا ہے کہ امریکہ کی بحری فوج کے استعمال کے لئے سپین میں ۷ گودیاں بھی قائم کی جائیں گی۔ اس سلسلے میں چار سو کے قریب امریکی ماہرین رہ جائیں گے۔

چوبیس گھنٹوں میں زلزلے کے تیس جھٹکے محسوس ہوئے

چٹانوں کے گرنے سے راستے مسدود ہو گئے۔ جانی نقصان کی کوئی اطلاع نہیں ملی

ایتھنز۔ یکم فروری۔ یونان کے ائی افریقن جزائر میں پرسوں ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر تیس مرتبہ زلزلہ آیا۔ محکمہ داخلہ میں موصول شدہ اطلاع کے مطابق زلزلے کے ان جھٹکوں کی وجہ سے چٹانیں ٹوٹ کر گر پڑیں۔ اور راستے مسدود ہو گئے تھے۔ جانی نقصان کی تا حال کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ یاد رہے گزشتہ سال ماہ اگست میں بھی وہاں شدید زلزلہ آیا تھا جس کی وجہ سے بڑی تباہی مچی تھی بہت سے لوگ ہلاک اور ہزاروں خاندان بے گھر ہو گئے۔

ماسکو یکم فروری۔ ماسکو اور پیکنگ کے درمیان براہ راست ریل کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ واضح رہے کہ ان دونوں شہروں کے درمیان ۵ ہزار ۵ سو میل کا فاصلہ ہے۔

جسٹس رحمان حادثہ جہلم پیر کی تحقیقات کرینگے

کراچی ۳۱ رجنوری۔ جہلم پیر ریلوے حادثہ کی تحقیقات کے لئے حکومت پاکستان نے لاہور ہائی کورٹ کے جج مسٹر جسٹس اے رحمان کو مقرر کر دیا ہے۔ توقع ہے کہ جسٹس رحمان عنقریب کراچی آئیں گے تحقیقات میں فنی امور کے متعلق امداد کرنے کے لئے ایک فنی مشیر بھی مقرر کیا جائے گا معلوم ہوا ہے کہ جسٹس رحمان سے کہا جائے گا کہ وہ حادثہ کے اسباب و علل معلوم کریں۔ وہ حادثہ میں مرنے والوں اور شدید زخمی ہونے والوں کی تعداد کا بھی صحیح تعین کریں گے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس عدالتی تحقیقات کی نوعیت عام تحقیقات کی سی ہوگی۔ اور جن لوگوں نے حادثہ کا شکار ہونے والے پاکستان میل میں سفر کیا تھا ان کو اور حادثہ سے تعلق رکھنے والے دوسرے لوگوں کو اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ جج کے سامنے اپنا بیان قلم بند کرائیں۔ تحقیقات مکمل ہونے کے بعد یہ رپورٹ شائع کر دی جائے گی۔

کمیونسٹ چین کے پانچ سو سپاہی سمندر میں ڈوب گئے

تائپے یکم فروری۔ چین کی ایک قوم پرور خبر رساں ایجنسی نے اطلاع دی ہے کہ ماہ جنوری میں شمالی مشرقی چین کی ایک بندرگاہ کے قریب کمیونسٹ چین کے پانچ سو فوجی سپاہی سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ یہ سب فوجی "ربانے ہوئی" نامی فوجی جہاز میں سوار تھے۔ جہاز میں اچانک ایک زبردست دھماکہ ہوا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے سمندر کی تہہ میں بیٹھ گیا یہ جہاز ساحل کے ساتھ ساتھ فوجوں کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جا رہا تھا

زاہدی حکومت اور کاشانی میں تصادم

تہران یکم فروری۔ ایران میں جنرل زاہدی کی حکومت اور علامہ کاشانی کے درمیان تصادم ہو گیا ہے۔ فوجی پولیس نے علامہ کاشانی کے صاحبزادے علی کاشانی کو پارلیمنٹ کے انتخابات کے موقعہ پر گرفتار کر لیا۔ ان پر حکومت کے خلاف سرگرمیوں میں حصہ لینے کا الزام ہے اعلان کیا گیا ہے کہ علی کاشانی کو اس وقت گرفتار کیا گیا جب وہ حکومت کے خلاف پمفلٹ چھاپ رہے تھے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اب سے ایک ماہ قبل علامہ کاشانی نے اپنے حامیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ برطانیہ سے ایران کے سفارتی تعلقات دوبارہ قائم ہونے پر احتجاج کرنے کے لئے ماتمی لباس پہنیں۔

ہمدردی کے پیغامات پر چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کی طرف سے شکریہ کا اظہار

کراچی ۳۱ رجنوری۔ وزیر خارجہ آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خاں نے حکومت اہل پاکستان اور خود اپنی طرف سے ان تمام سفارتی نمائندوں اور بیرونی ملکوں کے دیگر ممتاز راہنماؤں کا شکریہ ادا کیا ہے۔ جنہوں نے پاکستان میل کے حادثہ پر ہمدردی اور تعزیت کے پیغامات بھیجے تھے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ جن اصحاب کی طرف سے موصوف کو پیغامات موصول ہوئے ان میں روس، ڈنمارک، بھارت، ترکی، چین، امریکہ، افغانستان، کینیڈا، برطانیہ، سپین، جاپان، ہالینڈ، ایران، جرمنی، ناروے۔ آسٹریلیا۔ اٹلی، سوئٹزرلینڈ، تونس، چیکوسلواکیہ، مصر اور ویٹیکان کے سفارتی نمائندے شامل تھے۔

وسطی جاوا کا آتش فشاں پہاڑ

پندرہ دیہی آبادیاں خطرے میں

جاکرتہ یکم فروری وسطی جاوا کے آتش فشاں پہاڑ "میراپی" کی آتش فشانی اب پھر خطرناک صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد شدید دھماکے سنائی دے رہے ہیں، اور اب لاوا بھی بہنا شروع ہو گیا ہے اگر آتش فشانی میں مزید اضافہ ہوا تو پہاڑ کے گردونواح میں پھیلی ہوئی ۱۵ دیہی آبادیوں کو شدید خطرہ لاحق ہو جائے گا۔

عبد القادر پرنٹر و پبلشر نے آرمی پریس میں طبع کرا کر دفتر المصلح میگزین لین کراچی سے شائع کیا۔

روزنامہ المصلح کراچی

مورخہ ۲ تبلیغ ۱۳۳۲ھش

اسلامی ممالک کو داخلی امن کی اشد ضرورت ہے

ابھی کچھ دن ہی ہوئے مصر سے جماعت اخوان المسلمین کے متعلق خبر آئی تھی کہ جنرل نجیب کی حکومت نے اس کے لیڈر اور بہت سے ارکان اس الزام میں گرفتار کر لئے ہیں کہ جماعت مذکور حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے انگریزوں سے سازش کر رہی تھی۔ خواہ انگریزوں سے سازش کا الزام صحیح ہو یا غلط اس میں کوئی شک نہیں کہ اخوان المسلمین کی سرگرمیاں مصر کی موجودہ حکومت کے خیال میں ایسی تھیں۔ کہ جو کم از کم اسکے لئے اور اس کے نزدیک ملک و قوم کے لئے خطرناک تھیں۔

یہ دلیل جو بعض جوانب سے دی جاتی ہے کہ اخوان المسلمین کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ انگریزوں کے سخت خلاف رہی ہے۔ اس لئے اس پر انگریزوں سے سازش کا الزام لگانا درست نہیں ہو سکتا صحیح نہیں ہے کیونکہ تاریخ بتاتی ہے کہ بسا اوقات ملک پر اپنا اقتدار جمانے کے لئے دشمن سے بھی امداد لے لی جاتی ہے۔

یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ اخوان المسلمین انگریزوں کے سخت خلاف تھی اور ہے جنرل نجیب کی قیادت میں مصر کے فوجی انقلاب سے واضح ہوتا ہے کہ خود جنرل مذکور نے اپنے فوجی انقلاب کے کامیاب بنانے کے لئے اخوان المسلمین سے مدد لی تھی۔ اور اخوان المسلمین کو بڑی امیدیں تھیں کہ انقلاب کے بعد مصر پر ان کی پارٹی کا اقتدار جم جائیگا مگر جب جنرل نجیب کے رویہ نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اور مصر کی دوسری پارٹیوں کے ساتھ اخوان کا احتساب بھی لازم قرار دیا۔ تو جیسا کہ معلوم ہے پارٹی مایوس ہو گئی۔ اور اگرچہ اس کے ایک حصہ نے اقرار کر لیا کہ وہ سیاست میں حصہ نہ لے گی۔ مگر جیسا کہ بعد کے حالات سے معلوم ہوتا ہے اس نے بھی اندر ہی اندر اپنی سیاسی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ اور آخر اس کا وہ نتیجہ برآمد ہوا جو ہوا۔

ایک ایسے ملک میں اسلام کے نام پر بزور انقلاب لانے کی جدوجہد جس کی عنان حکومت پہلے ہی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اسلام میں سخت ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ اس کے متعلق علمائے اسلام کی کبھی دو رائیں نہیں ہوئیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی ملک میں بھی خواہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی بزور انقلاب لانے کی جدوجہد جس سے ملک میں فتنہ اور انارکی پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ اسلام میں جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس کے متعلق صریح حکم قرآن کریم میں موجود ہے۔ ایک جگہ ہی نہیں بلکہ کئی کئی اسلوب سے اس کا اعلان غیر مبہم الفاظ میں کیا گیا ہے جیسا کہ

ان اللّٰہ لا یحب الفساد۔ یعنے اللہ تعالےٰ یقیناً فساد کو پسند نہیں کرتا

الفتنۃ اشد من القتل یعنے فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔

بلکہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو جو جنگ کی اجازت دی ہے۔ تو وہ صرف فتنہ کو فرو کرنے کے لئے دی ہے۔ اس کے متعلق قرآن کریم میں صاف احکام ہیں۔ چنانچہ دوسرے سیپارہ میں فرماتا ہے۔

وقاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللّٰہ لا یحب المعتدین۔ واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ولا تقتلوھم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوھم کذالک جزآء الکفرین فان انتھوا فان اللّٰہ غفور رحیم ٥ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للّٰہ ط فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین ٥ الشھر الحرام بالشھر الحرام والحرمٰت قصاص فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم۔ واتقوا اللّٰہ واعلموا ان اللّٰہ مع المتقین ٥ (البقرہ آیت ۱۹۰ تا ۱۹۴)

ترجمہ: اور ان سے اللہ کی راہ میں لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ تحقیق اللہ تعالےٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جہاں ان سے مٹھ بھیڑ ہو انہیں قتل کرو اور انہیں وہاں سے نکال دو۔ جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے۔ اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔ اور جب تک وہ نہ لڑیں۔ اس وقت تم ان سے مسجد الحرام میں نہ لڑو۔ اگر وہ تم سے لڑیں تو انہیں مارو کافروں کی یہی جزا ہے۔ اگر وہ باز رہیں تو یاد رکھو اللہ تعالےٰ یقیناً بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ان سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک فتنہ بیٹھ نہ جائے۔ اور دین اللہ تعالےٰ کے لئے نہ ہو جائے۔ اگر وہ باز رہیں تو زیادتی کرنے کا وبال صرف ظالموں پر پڑے گا۔ حرمت والے مہینہ کا بدلہ حرمت والا مہینہ ہے اور حرمتوں کا بدلہ ہے۔ جو تم پر زیادتی کرے۔ تم بھی اس پر اسی کی مثل (برابر) زیادتی کرو۔ اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو۔ اور جان لو کہ اللہ تعالےٰ یقیناً متقیوں کے ساتھ ہے۔

یہ تعلیم غیر مسلم اقوام کے ساتھ لڑائی کرنے کے متعلق ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک اسلامی ملک میں بزور شمشیر حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش جس کے ساتھ ملک میں فتنہ و فساد اور انارکی پھیلنے کا لازمی خطرہ ملحق ہو اسلام میں کس طرح جائز سمجھی جا سکتی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایک علمی دین ہے اور جہاں تک اس کی اشاعت کا تعلق ہے علمی دین ہونے کی وجہ سے وہ دنیا میں بالکل امن کی فضا چاہتا ہے۔ ایمان میں اللہ تعالےٰ جبر کا ذرا سا بھی شائبہ نہیں چاہتا۔ خود اللہ تعالےٰ بھی اعمال کی سزا جزا بغیر ثبوت کے نہیں دیتا جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیٰ من حیّ عن بینۃ وان اللّٰہ لسمیع علیم (انفال ۴۳)

یعنے تا کہ جو ہلاک ہو دلیل سے ہلاک ہو اور جو جیئے دلیل سے جیئے

یہ تو خالص اشاعت اسلام کے نقطۂ نظر سے ہے۔ جو پارٹیاں اسلام کے نام پر بزور شمشیر ملک میں ایسا انقلاب لانے کی کوشش کرتی ہیں۔ جس کا لازمی خاصہ فتنہ و فساد اور ہلاکت ہے۔ وہ خود اس مقصد کی آپ ہی تردید کرتی ہیں۔ جس مقصد کے حصول کے لئے وہ ایسا انقلاب لانا چاہتی ہیں۔ یعنے اسلام کو دنیا میں سرفراز کرنا اس لئے دین کے نام پر جو ایسی پارٹیاں بنائی جاتی ہیں۔ وہ اس مقصد کے خود خلاف ہوتی ہیں۔ جو ان کے پیش نظر ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی اسلامی ملک میں ایسی پارٹی کا وجود از روئے اسلام سراسر غیر اسلامی ہے۔

اس لحاظ سے ہم یہاں موجودہ اسلامی ممالک کے حالات کے پیش نظر چند باتیں عرض کرنا چاہتے ہیں۔ باوجود اس کے آج کئی اسلامی کہلانے والے ممالک آزاد سمجھے جاتے ہیں۔ اگر ہم تمام اسلامی دنیا پر نظر ڈالیں تو کیا آزاد۔ کیا نیم آزاد۔ اور کیا محکوم اسلامی ممالک تمام کے تمام ہر لحاظ سے نہایت پست حالت میں ہیں۔ نہ ان کی کوئی قومی وقعت ہے۔ اور نہ کوئی سیاسی وقار نہ اقتصادی لحاظ سے انہیں سکون ہے۔ اور نہ معاشی لحاظ سے اطمینان۔ یہ ایک ایسی جانگداز حقیقت ہے جس نے حساس اور سمجھدار مسلمانوں کو سخت بے چین کر رکھا ہے۔ مگر اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ ان اسلامی کہلانے والے ممالک میں خود مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی روح مفقود ہے۔ آئین پسندی جو اسلامی اجتماعی اخلاق کا مرکزی اور بنیادی اصول ہے۔ اس سے یہ ممالک بالکل عاری ہیں۔ اکثر ان ممالک کے صاحبان اقتدار دوسروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلیاں بننے کے خطرناک مرض میں مبتلا ہیں۔ یہاں تک کہ شاذ ہی کوئی ایسا ملک ہوگا۔ جہاں قتل و غارت اور سازشوں کے ذریعہ انقلاب لانے کی سرگرمیاں نہ دکھائی جا رہی ہوں

روز ہم سنتے ہیں کبھی اس ملک میں اور کبھی اس ملک میں سازش پکڑی گئی ہے۔ کبھی اس ملک میں اور کبھی اس ملک میں فوجی انقلاب لایا گیا ہے۔ انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک سوائے ایک آدھ غیر ضروری استثنا کے تمام اسلامی ممالک کا یہی حال ہے۔ چنانچہ مصر میں اخوان المسلمین کی سازش کے انکشاف سے پیوستہ شام سے ابھی ابھی خبر آئی ہے کہ وہاں بھی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش پکڑی گئی ہے۔ اور فوجی ڈکٹیٹر کرنل ششکلی نے پانچ سیاسی پارٹیوں کے راہنماؤں کو سازش کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے۔

اس وقت جس چیز کی سب سے بڑی ضرورت اسلامی ممالک کو تھی وہ اندرونی امن ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آج یہی ممالک ہیں جو بازیچہ فتنہ و فساد بنے ہوئے ہیں۔

آخر ہمارے ان راہنماؤں کو جو اسلام کو برسر اقتدار لانا چاہتے ہیں سوچنا چاہیئے کہ ایسے دور میں جبکہ مغربی اقوام اسلامی ممالک کو اسلام سمیت صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر

(باقی دیکھیں صفحہ پر)

تعلق باللہ تعالیٰ

(۱)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک بصیرت افروز تقریر

ذیل میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی پُر معارف تقریر "تعلق باللہ" کا ابتدائی حصہ افادۂ احباب کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ یہ تقریر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۵۲ء کے جلسہ سالانہ پر ارشاد فرمائی تھی۔ اور کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہے۔ احباب صیغہ تالیف و تصنیف صدر انجمن احمدیہ ربوہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔ قیمت بارہ آنے فی نسخہ ہے۔

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

میری آج کی تقریر کا موضوع تعلق باللہ ہے۔ میں نے پچھلے دنوں اپنے ایک خطبہ میں بھی بیان کیا تھا۔ کہ بہت سے لوگ میرے پاس آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ دعا کریں۔ بیٹا ہو جائے۔ کوئی کہتا ہے دعا کریں میری بیوی اچھی ہو جائے۔ کوئی کہتا ہے دعا کریں مجھے کوئی بیوی مل جائے۔ کوئی کہتا ہے دعا کریں۔ میرا اپنی بیوی سے ایک جھگڑا چل رہا ہے۔ اس میں صلح کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ کوئی کہتا ہے دعا کریں۔ مجھے نوکری مل جائے۔ کوئی کہتا ہے۔ دعا کریں میں امتحان میں کامیاب ہو جاؤں۔ کوئی کہتا ہے دعا کریں۔ مجھے اپنی ملازمت میں ترقی مل جائے۔ کوئی کہتا ہے۔ دعا کریں میری فلاں جگہ سے تبدیلی ہو جائے۔ اسی طرح عورتیں میرے پاس آتی ہیں۔ تو کوئی کہتی ہے۔ میرے ہاں صرف لڑکیاں ہیں۔ دعا کریں کہ کوئی لڑکا ہو جائے۔ کوئی کہتی ہے۔ میرے خاوند کا سلوک میرے ساتھ اچھا نہیں دعا کریں کہ اس کا سلوک اچھا ہو جائے۔ کوئی کہتی ہے۔ میرے خاوند کا سلوک تو اچھا ہے۔ لیکن دعا کریں۔ کہ وہ اس سے بھی زیادہ اچھا سلوک کرے۔ کوئی کہتی ہے میرے ماں باپ اور خاوند کے درمیان کوئی جھگڑا ہے۔ دعا کریں۔ کہ ان کی آپس میں صلح ہو جائے۔ غرض جتنی ضرورتیں بیان کی جاتی ہیں وہ ساری کی ساری ایسی ہوتی ہیں۔ جو اس دنیا کی زندگی کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ حالانکہ سب سے مقدم دعا اگر کوئی ہو سکتی ہے۔ تو یہی ہے۔ کہ ہمارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا ہو جائے۔ اور سب سے مقدم سوال اگر کوئی شخص کر سکتا ہے۔ تو یہی ہے۔ کہ میری اس بارہ میں راہنمائی کی جائے۔ کہ مجھے تعلق باللہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہماری زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے۔ اگر ہمارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا ہو جائے۔ تو باقی سب چیزیں اسی میں آ جاتی ہیں۔ جیسے کہتے ہیں۔ کہ ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں۔

تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔ کہ کوئی بزرگ تھے۔ جن کے ہمسایہ میں کوئی امیر شخص رہتا تھا۔ جو رات دن ناچ گانے کی مجالس گرم رکھتا تھا۔ اور ہر وقت شور و غوغا ہوتا رہتا تھا۔ چونکہ اس طرح ان کی عبادت میں خلل واقع ہوتا تھا۔ ایک دن انہوں نے اسے سمجھایا۔ اور کہا تم رات کو باجے بجاتے اور اونچا اونچا گاتے ہو۔ اس طرح میری عبادت میں خلل آتا ہے۔ مناسب یہ ہے۔ کہ تم اس قسم کی مجلسوں کو بند کر دو۔ وہ امیر آدمی بادشاہ کا مصاحب تھا۔ اسے یہ بات بُری لگی۔ اور اس نے بادشاہ کے پاس شکایت کر دی۔ کہ اس طرح بعض لوگ ہمارے گانے بجانے میں مزاحمت کرتے ہیں۔ بادشاہ نے فوج کا ایک دستہ اس کے مکان پر بھجوا دیا۔ جب شاہی فوج آ گئی۔ تو اس نے اس بزرگ کو کہلا بھجوایا۔ کہ میری حفاظت کے لئے فوج آ گئی ہے۔ اگر طاقت ہے۔ تو مقابلہ کرو۔ اس بزرگ نے جواب دیا۔ کہ ان سامانوں سے تو مقابلہ کی مجھ میں طاقت نہیں۔ لیکن لڑائی ہم نے بھی نہیں چھوڑنی۔ اگر ہم تیروں سے تمہارا مقابلہ کریں۔ تو نہ معلوم ہمارا تیر نشانہ پر پڑے۔ یا نہ پڑے۔ اس لئے ظاہری تیر اور تلوار کی بجائے ہم رات کے تیروں سے تمہارا مقابلہ کریں گے۔ جب یہ پیغام اسے پہنچا۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ اس کے اندر تھوڑی بہت نیکی تھی پہلے تو وہ خاموش رہا۔ لیکن کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس کی چیخ نکل گئی۔ اور اس نے کہا مجھے معاف کیا جائے۔ آج سے باجا گانا سب بند ہو جائیگا۔ کیونکہ رات کے تیروں کے مقابلہ کی نہ مجھ میں طاقت ہے۔ اور نہ میرے بادشاہ میں طاقت ہے۔ تو حقیقت یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا ملنا اور اس سے انسان کا تعلق پیدا ہو جانا یہ سب سے اہم اور ضروری چیز ہے۔ اور اگر خدا مل سکتا ہے تو پھر اس میں کوئی شبہ ہی نہیں رہتا۔ کہ ہمارا سب سے بڑا فرض یہی رہ جاتا ہے۔ کہ اس کے ساتھ تعلق پیدا کریں۔ اور اس طرح اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کر لیں۔

اس مضمون کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلا سوال انسان کے دل میں یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا خدا ہے یا نہیں؟ اور پھر دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا خدا مل سکتا ہے یا نہیں؟ اگر اس دنیا کا کوئی خدا ہے۔ اور اگر وہ خدا ہمیں مل سکتا ہے۔ تو اس میں شبہ ہی کیا ہے۔ کہ پھر سب سے مقدم چیز وہی ہے۔ بعض لوگ مرغا کھانے کے بہت شوقین ہوتے ہیں۔ چودھری ظفر اللہ خاں صاحب میرے بچپن کے دوست ہیں۔ انہیں مرغے کی ٹانگ بڑی پسند ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بڑی پسند تھی۔ ایک دوست جو فوت ہو گئے۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر کسی کو ساری عمر مرغے کی ٹانگ ملتی رہے۔ تو اسے اور کیا چاہیئے۔ لیکن مجھے پسند نہیں۔ کیونکہ اس کی بوٹی میرے دانت میں پھنس جاتی ہے بہرحال بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو بعض لوگوں کو بہت مرغوب ہوتی ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اگر وہ چیزیں انہیں مل جائیں۔ تو وہ بڑے خوش قسمت ہیں۔ لیکن وہ چیزیں بہت ادنیٰ اور معمولی ہوتی ہیں۔ اور پھر ان چیزوں کے حصول کے بعد بھی اور ہزاروں چیزوں کی احتیاج انسان کو باقی رہتی ہے۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اگر خدا تعالیٰ پر ہمیں کامل یقین ہو۔ اور اگر خدا ہمیں مل سکتا ہو۔ تو پھر قطعی اور یقینی طور پر انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ اس کے بعد مجھے کسی اور چیز کی کیا ضرورت ہے۔ انبیاء بڑے قیمتی وجود ہیں۔ اور ان کی محبت انسان کے ایمان کا ایک ضروری جزو ہے۔ لیکن یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ کسی کو خدا مل جائے۔ اور اسے انبیاءؑ نہ ملیں۔ انبیاءؑ تو اسے شوق سے ملیں گے۔ اور کہیں گے۔ کہ جو تمہارا محبوب ہے۔ وہ ہمارا بھی محبوب ہے۔ اور جب وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ تو ہم بھی تم سے محبت رکھتے ہیں۔

مذاہب عالم پر نظر ڈالنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے متعلق تمام مذاہب اس بات پر متفق ہیں۔ کہ وہ مل سکتا ہے۔ گو اس کے ملنے کی شکلیں ان کے نزدیک الگ الگ ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے ہم یہودی مذہب کو دیکھتے ہیں۔ یہودی مذہب کے مطالعہ سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ خدا مل سکتا ہے۔ حضرت نوحؑ کے ایک دادا تھے۔ جن کا نام حنوک تھا۔ ان کے متعلق بائیبل میں لکھا ہے۔ کہ وہ "تین سو برس تک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔" (پیدائش باب ۵ آیت ۲۲)

اور یہودی حدیثوں میں لکھا ہے کہ "لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے خدا نے زمین کو چھوڑ دیا۔ اور حنوک کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور آسمانی خزانوں کا اس کو نگران اور فرشتوں کا سردار مقرر کر دیا۔ اور خدا کے تخت کے سامنے خاص مصاحب کے طور پر وہ مقرر کیا گیا۔ اس کو سب راز معلوم ہیں۔ اور فرشتے اس کی پشت پناہ پر ہیں۔ اور وہ خدا کا منہ ہے۔ اور وہ خدا کے احکام کو دنیا میں جاری کرتا ہے۔" (جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد ۵ صفحہ ۱۷۸ تا ۱۸۱)

پھر بائیبل میں لکھا ہے کہ خدا نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ کشتی کی[1] اور حضرت یعقوبؑ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کو گرا لیا۔ یعنی خدا ہار بھی گیا۔ اور یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ دراصل یہ ایک کشفی واقعہ ہے۔ کوئی لغو اور بیہودہ قصہ نہیں۔ بچوں کے ساتھ گھروں میں روزانہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ ماں باپ ہنسی مذاق میں ان کے ساتھ کشتی کرتے ہیں۔ اور پھر کشتی کرتے کرتے خود گر جاتے ہیں۔ اور بچہ ان کے سینہ پر سوار ہو جاتا ہے۔ اور وہ قہقہہ مار کر کہتا ہے۔ کہ میں نے ان کو گرا لیا۔ اسی طرح اللہ میاں نے بھی حضرت یعقوب علیہ السلام سے ضرور کشتی کی ہوگی۔ اور پھر خدا تعالیٰ محبت اور پیار کے انداز میں خود ہی گر گیا ہوگا۔ اور یعقوبؑ نے قہقہے مارے ہوں گے۔ کہ میں نے خدا کو بھی گرا لیا۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے۔ ان کی زندگی کی تاریخ جو انجیل میں ہے۔ اس سے بھی یہی پتہ لگتا ہے۔ کہ وہ خدا سے ملے۔ چنانچہ ان کا خدا کو باپ کہنا اور اپنے آپ کو اس کا بیٹا کہنا صاف بتاتا ہے۔ کہ ان کا خدا تعالیٰ سے ایسا ہی تعلق تھا۔ جیسے دنیا میں ماں باپ اور بیٹوں کے درمیان ہوتا ہے۔

ہندوؤں نے خدا تعالیٰ کو زیادہ تر ماتا کی شکل میں پیش کیا ہے۔ مگر بہرحال ہندو مذہب بھی خدا تعالیٰ کے تعلق اور اس کے پیار کا قائل ہے۔ اسلام نے بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کو ماں اور باپ کی محبت سے مشابہت دی ہے اور اس میں کیا شبہ ہے کہ ماں اور باپ کا بھی اپنے بچہ سے بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے۔

اسی طرح زرتشتی مذہب لے لو۔ بدھ مذہب لے لو۔ سب میں یہی نظر آئے گا۔ کہ انسان روحانیت میں ترقی کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ اس کا خدا تعالیٰ سے براہِ راست تعلق ہو جاتا ہے۔ بدھ مذہب کی کتابوں میں تو یہاں تک لکھا ہے۔ کہ حضرت بدھ ایک جگہ بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اور یہ عبادت انہوں نے اتنے انہماک سے کی۔ کہ ایک بانس کا درخت ان کے نیچے سے اُگا اور انہیں چیر کر ان کے سر سے نکل گیا۔ مگر ان کو خبر تک نہ ہوئی۔ اور پھر انہیں خدا مل گیا۔ اس قصہ کا مطلب بھی یہی ہے۔ کہ وہ دنیا سے اتنے بیزار اور متنفر

---

[1] پیدائش باب ۳۲ آیت ۲۴ تا ۲۸

ہوئے۔ کہ آخر انہیں خدا تعالیٰ کا وصال حاصل ہو گیا۔ پس اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہو سکنے کا جہاں تک امکان ہے۔ دنیا میں کوئی بھی مذہب ایسا نہیں۔ جو یہ کہتا ہو۔ کہ خدا نہیں مل سکتا۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ اور اپنی عملی زندگی میں خدا تعالیٰ کی کتاب کو اپنا رہنما سمجھتے ہیں۔ اور اس کے مطابق چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ تو یہی یقین رکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ مل سکتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو اپنی عملی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق نہیں رکھتے وہ بے شک منکر ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدا نہیں مل سکتا۔ مسلمانوں میں سے جو متکلمین یا فلسفی لوگ ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو خالص ظاہری علوم کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ یا جنہیں ہم زیادہ سے زیادہ کتابی کہہ سکتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ اس سے تعلق پیدا کرنے کا صرف اتنا ہی مفہوم ہے۔ کہ انسان کو اس امر کا یقین ہو جائے۔ کہ وہ اس کے حکم کے مطابق نماز روزہ اور ذکر الٰہی وغیرہ میں مشغول ہے۔ گویا عبادت و امتثال ہی اس سے تعلق ہے۔ اور اس کا احسان و انعام ہی اس کے تعلق کے اظہار کا ایک ثبوت ہے۔ ان متکلمین کو چھوڑ کر مسلمان۔ عیسائی۔ یہودی۔ زرتشتی اور اسی طرح ہندو اور بدھ مذہب کے پیرو سب یہی کہتے ہیں۔ کہ خدا مل سکتا ہے۔ اور یہی نہیں کہ وہ مل سکتا ہے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ ان کے نبیوں اور دوسرے صلحاء وغیرہ کو ملا ہے۔ اور اس نے ان کی تائید میں اپنے نشانات ظاہر کئے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ نہ صرف وہ انہیں ملا ہے۔ بلکہ ہمارا بھی یہی دعویٰ ہے۔ کہ وہ ہم کو بھی ملا ہے۔ اور اس نے ایسے ایسے رنگ میں ہم سے اپنے تعلقات کا اظہار کیا ہے۔ کہ یہ ملنا اس سے کم ملنا نہیں جس طرح کوئی اپنے ماں باپ یا کسی اور عزیز سے ملتا ہے۔ پس متکلمین کا یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ انسان کو نہیں ملتا۔ اگر ہم نے اس کی اطاعت کی۔ تو یہ اس کا ملنا ہو گیا۔ اور اگر اس نے ہم پر فضل اور احسان کیا۔ تو یہ اس کے تعلق کا ایک ثبوت ہو گیا۔ یہ محض فلسفیانہ رنگ کا ایک دعویٰ ہے۔ جو خدا تعالیٰ سے دوری اور اس کی محبت کے کرشموں کو نہ دیکھنے کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے۔ اگر تو اتنا ہی ہوتا۔ کہ مثلاً مجھے ایک ضرورت ہوتی۔ اور وہ پوری ہو جاتی۔ تو گو اس سے مجھے یہ تسلی ہو جاتی۔ کہ میری ضرورت پوری ہو گئی ہے۔ لیکن میرے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت پیدا نہ ہوتی۔ لیکن میرا یہ احساس کہ میرے خدا نے میری فلاں ضرورت پوری کی ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے۔ جو مجھے خدا تعالیٰ کی محبت میں گداز کر دیتی ہے۔

مجھے یاد ہے۔ میری جوانی کا زمانہ تھا۔ ابھی میری خلافت پر دو تین سال ہی گزرے تھے۔ کہ مجھے ایک مشکل پیش آ گئی۔ اور میں نے اس کام کے لئے دعائیں شروع کر دیں۔ مگر میرا وہ کام نہ ہوا۔ آخر میں نے فیصلہ کیا۔ کہ جب تک میرا یہ کام نہیں ہو جائیگا۔ میں چارپائی پر نہیں سوؤں گا۔ میرے اندر بھی اس وقت گاندھی جی کی کوئی رگ تھی۔ اور میں نے بھی ایک رنگ میں ستیہ گرہ کر دی۔ اور زمین پر لیٹ گیا۔ امۃ الحی مرحومہ رضی اللہ عنہا ان دنوں زندہ تھیں۔ اور انہی کے ہاں اس دن باری تھی۔ ہم دونوں کے لئے ایک بڑی سی چارپائی ہوتی تھی۔ اور اس پر ہم سویا کرتے تھے۔ مگر اس رات میں نے امۃ الحی رضی اللہ عنہا سے کہا۔ کہ تم اپنا بستر اوپر کر لو۔ میرا بستر نیچے ہی رہے گا۔ کہنے لگیں۔ کیوں؟ میں نے کہا۔ کوئی بات ہے۔ چنانچہ میں فرش پر بستر کر کے لیٹ گیا۔ یہ معلوم نہیں کہ مجھے لیٹے ہوئے ابھی گھنٹہ گزرا تھا۔ یا دو گھنٹے۔ بہرحال نصف رات سے کم وقت ہی تھا۔ کہ میں نے رویاء میں دیکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ میرے سامنے آیا ہے۔ مگر وہ اس وقت حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کی شکل میں تھا۔ (حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ایک دفعہ اللہ تعالیٰ ان کی والدہ کی شکل میں ملا تھا۔ پس خشک ملا غصہ میں نہ آئے کہ وہ جو کچھ مجھے کہے گا وہی سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی کہنا پڑے گا) اس کے ہاتھ میں ایک نہایت نرم اور نازک لمبی سی چھڑی تھی۔ جو تازہ شاخ کی معلوم ہوتی تھی۔ اور چھڑی کے ساتھ کچھ سبز پتے بھی لگے ہوئے تھے۔ چھڑی بہت نازک اور ہلکی اور باریک سی تھی۔ اور قریباً سوا گز لمبی تھی۔ میں اس وقت رویاء میں یہ سمجھتا تھا۔ کہ یہ خدا تعالیٰ کا وجود ہے۔ جو میرے سامنے ظاہر ہوا ہے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا۔ کہ حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا (جو در حقیقت وجود باری کا ظہور تھا) میرے پاس آئیں اور جس طرح ماں بعض دفعہ بچہ پر بظاہر غصہ کا اظہار کر رہی ہوتی ہے۔ لیکن در حقیقت اس غصہ کے پیچھے محبت ہوتی ہے۔ اسی طرح انہوں نے بھی وہ چھڑی مجھے مارنے کے لئے اٹھائی اور کہا۔ "محمود لیٹتا ہے کہ نہیں چارپائی پر" اور میں نے دیکھا کہ ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے وہ چھڑی نہایت نرمی سے میرے جسم کے ساتھ چھو دی۔ ادھر میں نے یہ نظارہ دیکھا۔ اور ادھر میں نے سمجھا۔ کہ گو اللہ تعالیٰ نے چارپائی پر لیٹنے کا ہی حکم دیا ہے۔ لیکن اگر ذرا بھی اس حکم کے ماننے میں دیر ہوئی۔ تو میرے ایمان میں خلل آ جائیگا۔ چنانچہ جونہی ان کا ہاتھ پیچھے ہٹا۔ میں رویاء کی حالت میں ہی چھلانگ لگا کر چارپائی پر آ گیا۔ اور جب آنکھ کھلی تو میں چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ اب فرض کرو۔ میرا وہ کام ہو جاتا۔ تو مجھے اس میں کیا مزا آتا۔ مگر وہ لطف جو اس رویاء سے مجھے آیا۔ اس کا مزا میرے دل میں آج تک باقی ہے۔ اور اس کا خیال کر کے بھی اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں گدگدیاں پیدا کرنے لگتی ہے۔ اور ایسا ایک دفعہ نہیں بیسیوں دفعہ ہوا ہے۔ اور کئی کئی رنگ میں ہم نے خدا تعالیٰ کے فضل کے مشاہدات کئے ہیں۔ اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کہ کس طرح خدا تعالیٰ محبت اور پیار کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان چیزوں میں جو لطف ہے۔ وہ باقی کیفیات میں کہاں ہے۔ بس ان دونوں کا ایسا ہی فرق سمجھ لو۔ جیسے ایک ماں اپنے بچہ کو جب چھاتی سے دودھ پلا رہی ہوتی ہے۔ تو جو اطمینان اس بچہ کے چہرہ پر دوڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ جس بے تکلفی اور محبت سے وہ اپنی آنکھیں کبھی بند کرتا ہے۔ اور کبھی کھولتا ہے۔ کبھی منہ مچکاتا اور کبھی مسکراتا ہے۔ اس کی کیفیت بالکل اور ہوتی ہے۔ اس وقت وہ یہ نہیں سمجھتا۔ کہ یہ مجھے دودھ پلا رہی ہے۔ بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے۔ کہ یہ مجھے اپنی محبت اور پیار سے حصہ دے رہی ہے۔ اس کے مقابلہ میں تم نے یہ بھی دیکھا ہو گا۔ کہ دروازہ پر فقیر آیا۔ تو عورت نے اسے روٹی دے دی۔ اس نے ایک مانگی تو عورت نے دو دے دیں۔ اس نے خالی روٹی مانگی۔ مگر عورت نے روٹی کے ساتھ سالن بھی دے دیا۔ مگر فقیر کو وہ مزا کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ جو ایک بچہ کو اپنی ماں کا دودھ پینے وقت حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ ماں کا اپنے بچہ کو دودھ پلانا محبت کے جذبات سے تعلق رکھتا ہے۔ اور فقیر کے مانگنے پر عورت کا اسے روٹی یا سالن دے دینا محبت اور پیار کے جذبات کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ ہمدردی کے جذبہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ پس وہاں اور جذبہ کام کر رہا ہوتا ہے۔ اور یہاں اور جذبہ کام کر رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح بے شک فلسفی طبقہ کہتا ہے۔ کہ عبادت و امتثال امر ہی خدا تعالیٰ سے تعلق کا پیدا ہونا ہے۔ اور اس کا احسان اور انعام ہی اس کے تعلق کا اظہار ہے۔ اور ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی توفیق ملنا بھی اس کے فضل پر منحصر ہے۔ اور اس کے احکام کی اطاعت بھی اللہ تعالیٰ کے احسان سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ لیکن جو مزا اس شخص کو حاصل ہو سکتا ہے۔ جسے پتہ ہو کہ میرا خدا مجھے ملا ہے۔ میرا اس کے ساتھ تعلق ہے۔ اور اس نے اپنی محبت اور پیار کا اظہار فلاں فلاں نعمتوں کے علاوہ براہ راست بھی کیا ہے۔ تو وہ مزا اس شخص کو کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ جو ان نشانوں سے محروم ہو۔ ان دونوں کی تو آپس میں کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی۔

(باقی)

—(بقیہ لیڈر صفحہ ۲)—

تلی ہوئی ہیں۔ اسلامی ممالک میں اندرونی امن یکجہتی اتحاد و اتفاق اور آئین پسندی کی کتنی ضرورت تھی۔ انہیں سوچنا چاہیئے کہ آیا ان کا اول فرض یہ ہے کہ وہ ابن الوقتی سے کام لے کر خود اقتدار پر قبضہ جانے کی کوشش کریں۔ یا مسلمان اقوام کے اندر آئین پسندی اور امن کے ساتھ ملک کا نظام چلانے کی روح بیدار کریں۔ سوال یہ ہے کہ آیا ان راہنماؤں کا یہ کام ہے کہ ملک کے اندر فتنہ و فساد برپا نہ ہونے دیں۔ یا یہ کام ہے کہ خود فتنہ گروں میں شامل ہو کر فتنہ پرور ملکی فضا کو ہوا دیں۔ کیا

ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص

"یعنے اللہ تعالیٰ ان کو پسند کرتا ہے۔ جو اس کی راہ میں اس طرح شانہ سے شانہ جوڑ کر دشمن کا مقابلہ کریں کہ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی تعمیر ہیں" کے یہی معنے ہیں کہ مسلمانوں کو سیاسی پارٹیوں میں تقسیم کر کے ان کو باہم مصروف جنگ و جدل رکھا جائے۔ انہیں صالح اور غیر صالح۔ مشرقی اور مغرب زدہ وغیرہ کے مصنوعی تفرقاتی نام دے کر آپس میں گتھم گتھا کر دیا جائے۔ اور سارقی نہ سہی دشمنان اسلام کے لئے خواہ وہ انگریز ہوں یا فرانسیسی اندر گھس آنے کی راہیں آسان کی جائیں؟ آخر سوچئے تو سہی!

اعلان گمشدگی

عزیز محمد راشد ابن صاحبزادہ محمد طیب صاحب لطیف ۲۲ دسمبر ۵۳ء سے تعلیم الاسلام کالج سے لاپتہ ہے۔ اس کی عمر سولہ سال رنگ گورا۔ چہرہ چوڑا۔ بال گھنے اور سیاہ اور صحت بہت اچھی ہے۔ اس کے والد صاحب اور گھر والے بہت پریشان ہیں۔ اگر کسی صاحب کو اس کے متعلق علم ہو۔ تو فوراً خاکسار کو یا صاحبزادہ صاحب موصوف کو سرائے نورنگ ضلع بنوں کے پتہ پر اطلاع دیں۔ اگر عزیز خود یہ اعلان پڑھے تو بھی فوراً اطلاع دے۔ مرزا اشتاق احمد ناصر ۱۲/۲۲ ناظم آباد ع۱ کراچی ع۱۶

خدا تعالیٰ نے اسلام کی تبلیغ ہمارے ذمہ لگائی ہے

ایک ایک پائی کا حساب رکھو اور اپنے اموال بچا کر اسلام پر خرچ کرو

فرمایا:-

"آج کل جماعت سخت مالی مشکلات سے گذر رہی ہے۔ اس کے ذمہ ساری دنیا کی تبلیغ ہے۔ ابھی تک امریکہ ایشیا کے مشرقی جنوبی علاقوں اور افریقہ کے بعض حصوں میں اسلام کا نام تک نہیں گیا۔ اگر گیا ہے۔ تو ایسی بری صورت میں کہ لوگوں کو اس سے نفرت ہے۔ ان سب ممالک میں ہم نے اسلام کی تبلیغ کرنا ہے۔ اور یہ معمولی بات نہیں۔"

"بلکہ ہماری چھوٹی سی جماعت کے لئے یہ کام قریباً ناممکن ہے۔ اگر سارے مسلمان بھی اس کام میں ہمارے ساتھ مل جائیں۔ تب بھی یہ کام بہت زیادہ ہے۔"

"ایسی صورت میں جب کہ خدا تعالیٰ نے یہ کام ہمارے ذمہ کیا ہے۔ اور ہم نے یہ بوجھ اٹھانا ہے جب تک ہم ایک ایک پیسے ایک ایک دھیلے اور ایک ایک پائی کا حساب نہ رکھیں۔ اور اپنے اموال بچا کر اس کام کے لئے خرچ نہ کریں۔ جو خدا تعالیٰ نے ہمارے ذمہ لگایا ہے۔ اس وقت تک ہم اپنے فرض کو ادا نہیں کر سکتے۔"

السابقون الاولون دفتر اول کے ہر احمدی مرد و عورت نے جیسے دور اول میں حصہ لیا۔ اسی طرح دور ثانی کے سال اول میں شاندار حصہ لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا ہدیہ پیش کرتا ہے۔ اور دفتر دوم کے مجاہد جو پچھلے چند سالوں سے شامل ہیں۔ انہیں دفتر دوم میں نہ صرف معمولی اضافہ سے وعدہ حضور میں پیش کرتا ہے۔ بلکہ کم سے کم عام حالات میں اپنی ماہوار آمد کا نصف حصہ تک پہنچا کر حضور میں پیش کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ اپنے داخل شدہ خویش و اقارب اور اپنے بچوں کو بھی شامل کرتا ہے۔ تا تحریک جدید کی جڑیں مضبوط ہو جائیں۔ اور تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام پانے میں کوئی دقت نہ ہو۔

دفتر اول والے تو خوب جانتے ہیں۔ دفتر دوم والوں کے لئے یہ بھی اطلاع کر دینا ہے۔ کہ تحریک جدید میں جب سے یہ شروع ہوئی۔ کم سے کم قربانی کی شرح سالانہ پانچ روپے ہے۔ رسمی طور پر آپ اپنے بچوں کو خواہ آپ ایک پیسہ یا دو پیسہ یا ایک آنہ کا وعدہ لکھوا کر ثواب میں شامل کریں۔ مگر اصولی طور پر الگ الگ نام اسی میں آئے گا جس نے کم سے کم پانچ روپے سے قربانی شروع کی ہو۔ اور پھر ہر سال بڑھاتا گیا ہو۔

پس السابقون الاولون اور مجاہدین دفتر دوم اپنے وعدوں کی فہرست تام بنام جلد سے جلد ارسال فرمائیں۔ (وکیل المال تحریک جدید ربوہ)

ہفتۂ تحریک جدید اور لجنہ اماء اللہ

تمام لجنات اماء اللہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق یکم فروری سے ۷ فروری تک تحریک جدید کا ہفتہ منائیں۔ اور کوشش کریں۔ کہ اس عرصہ میں ہر عورت تحریک جدید میں شامل ہو جائے۔ کوئی عورت ایسی باقی نہ رہ جائے۔ جو اس میں شامل ہونے سے رہ جائے۔ حضور کے ارشاد کے مطابق جماعت کی مخلص خواتین ان مستورات کے پاس جائیں۔ جو ابھی تک تحریک جدید میں شامل نہیں ہوئیں۔ اور ان کو شامل کریں۔

تمام لجنات کی عہدہ دار ۷ فروری کے بعد رپورٹیں بھجوائیں کہ کتنی مستورات کو انہوں نے تحریک جدید میں شامل کیا ہے۔ (جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ)

لجنات اماء اللہ توجہ فرمائیں

جیسا کہ بر موقعہ مجلس شوریٰ ۱۹۵۳ء فیصلہ کیا گیا تھا کہ تمام لجنات اماء اللہ کو مصباح کا خریدار بننا لازمی ہے۔ اس لئے اس فیصلہ کے مطابق تمام لجنات کو جنوری کا مصباح وی پی کیا جا رہا ہے۔ مہربانی فرما کر تمام صدر صاحبات لجنہ اس کو وصول کر لیں۔ واپس نہ کریں یہ آپ کا اپنا پرچہ ہے۔ جس کی امداد آپ پر فرض ہے۔ (جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ)

جماعتیں قرآن کریم کی تعلیم دینے کا انتظام کریں

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا ۲۸ر ستمبر ۵۳ء کا فرمودہ خطبۂ جمعہ ۱۳ر نومبر کے "المصلح" میں شائع ہو چکا ہے۔ اس خطبہ میں حضور نے احباب کو متنبہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ

"اسلام قرآن کریم کا نام ہے۔ تم اسلام کی کوئی تعریف بیان کرو۔ وہ نامکمل ہوگی۔ حقیقی تعریف یہی ہے۔ کہ قرآن کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا اسلام ہے۔ اس کے سوا جتنی باتیں بھی تم لاؤ گے۔ وہ ایک دائرہ تو بنا دیں گی۔ مگر تفصیلی تعریف اسلام کی نہیں کریں گی۔"

اس خطبہ میں حضور نے قرآن کریم کی تعلیم کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے ہدایت فرمائی ہے۔ کہ جماعت میں قرآن کریم کا اردو ترجمہ پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ ہر شخص جو اردو پڑھ سکتا ہے۔ اس سے پوچھو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ کیا وہ قرآن کریم کا اردو ترجمہ پڑھتا ہے۔ اگر نہیں تو اسے اس طرف توجہ دلاؤ۔ عربی الفاظ کی تلاوت بھی ضرور کرو۔ مگر اس طرح کہ ایک رکوع پڑھ لیا اور پھر اس کا ترجمہ اردو میں پڑھ لیا۔ عربی اس لئے پڑھنی چاہیئے۔ تا متن محفوظ رہے۔ پس عربی کے الفاظ بھی پڑھنے چاہئیں۔ تا تحریف کی نگرانی ہو سکے۔ لیکن جو لوگ قرآن کریم کو عربی میں نہیں سمجھ سکتے۔ انہیں ترجمے کے فائدے سے محروم نہیں رہنا چاہیئے۔ پس ہر احمدی کو یہاں بھی اور باہر بھی ترجمہ پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔"

قرآن کریم کی تعلیم کے متعلق سیدنا خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ارشاد واضح ہے۔ حضور کا یہ بھی ارشاد ہے۔ کہ ترجمہ والا قرآن مجید ہر گھر میں موجود ہونا چاہیئے۔ پھر ہر شخص کو یہ عادت ڈالنی چاہیئے۔ کہ وہ ترجمہ پڑھے یا سنے۔

نظارت تعلیم و تربیت اس مختصر نوٹ کے ذریعہ سے تمام جماعتوں کو ہدایت کرتی ہے کہ وہ حضور کے خطبہ کو پڑھیں۔ اور قرآن کریم کی تعلیم کا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنے اپنے ہاں انتظام کریں۔ ہر احمدی قرآن کریم کا ترجمہ سیکھے۔ اور اس پر عمل کرے۔ امراء ضلع اور جماعتوں کے پریذیڈنٹ صاحبان خاص توجہ دیں اور سیکرٹری صاحبان تعلیم و تربیت ماہوار رپورٹ میں اس کا ذکر فرما دیں۔ (ناظر تعلیم و تربیت ربوہ)

ملازمت کے متلاشی احباب کیلئے

(۱) ایڈ ویژن کلرکوں کی اسامیوں کے لئے درخواستیں ۲/۵۴ بنام کے حفیظ اللہ صاحب چیف آڈیٹر این ڈبلیو آر۔ لاہور معرفت دفتر روزگار طلب کی گئی ہیں۔ تنخواہ ۱۰۹/- اگریڈ ۸۵-۶-۱۱۵-۲/۱۵-۱۷۵-۱۰-۲۲۹۔ الاؤنس مطابق قواعد اس کے علاوہ شرائط گریجوایٹ عمر ۲۵ سال تک (ڈان کراچی ۲۴/۱/۵۴) (۲) کیڈٹ کالج حسن ابدال میں داخلے کی درخواستوں کے لئے توسیع ہو کر اب آخری تاریخ ۳۰ر جنوری ۱۹۵۴ء مقرر ہوئی ہے۔ (سول لاہور ۱۴/۱/۵۴) (ناظر تعلیم و تربیت)

ولادت

(۱) ۳۰ر جنوری کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلا فرزند عطا فرمایا ہے۔ احباب سے اس کی صحت و عمر اور خادم احمدیت بننے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ نومولود صاحبزادہ محمد طیب صاحب مرائے نوڈنگ بٹوں کا نواسہ ہے۔

(مرزا مشتاق احمد ناصر K/۱۲ ناظم آباد نمبر ۱ کراچی ۱۶)

(۲) الحمد للہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے خاکسار کو پہلی پوتی عطا فرمائی ہے۔ عزیزی منصور محمد صاحب شریف اللہ تعالیٰ کی لڑکی اور جناب ڈاکٹر خان صاحب صوبہ سندھ کے سابق امیر کی نواسی ہے۔ حضور نے نام آنسہ تجویز فرمایا ہے۔ احباب کرام دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نومولودہ کو صحت و لمبی عمر عطا فرما کر ہمارے لئے اور سلسلہ کے لئے باعث رحمت و برکت ثابت کرے۔ (طالب دعا فتح محمد شمر ۱۳ اے کراچی صدر)

درخواست ہائے دعا

(۱) میں ایک دفتری مقدمہ میں ماخوذ ہوں اور اپیل دائر کی ہوئی ہے۔ احباب دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ با عزت بریت عطا فرماوے۔ اور میری مشکلات کو دور کرے۔ خاکسار محمد شفیع سٹور کیپر موضع سلیم پور ڈاکخانہ شہزادہ پور سیالکوٹ (۲) والد صاحب چار ماہ سے بخار کی وجہ سے بیمار ہیں۔ دوست ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ (بشارت الرحمٰن طاہر ربوہ) (۳) مکرم مرزا خادم حسین صاحب اخوندزادہ بی اے ہیڈ ماسٹر مڈل سکول اسال ایم اے کا امتحان دے رہے ہیں۔ احباب کامیابی کی دعا فرمائیں۔ (خاکسار بشیر الدین احمد جنجوعہ مڈل سکول برائے تھیہ پال ۴۹) میری اہلیہ ابھی تک صحتیاب نہیں ہوئیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں (ماسٹر خدا بخش فرم خواجہ اینڈ کو غلہ منڈی سرگودھا)

وزیر اعلیٰ کی ۶ مارچ کی اپیل کا ردِ عمل لاہور میں بہت برا ہوا تھا

بعض لوگ اس سے اور زیادہ دلیر ہو گئے تھے؟

پنجاب کے ہوم سیکرٹری مسٹر غیاث الدین احمد کا بیان

(گذشتہ سے پیوستہ)

س: کیا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے مسٹر عبدالستار نیازی کی گرفتاری کی تجویز پیش کی تھی جسے وزیر اعلیٰ یا کابینہ کے کسی رکن یا اعلیٰ افسر نے نامنظور کیا؟

ج: میں اس اجلاس کی کارروائی (دستاویز ڈی۔ ای ۳۱۶) پیش کرتا ہوں۔ یہ درست نہیں ہے۔ کہ مسٹر عبدالستار خان نیازی کی گرفتاری کے متعلق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی تجویز مسترد کر دی گئی تھی۔ درحقیقت فیصلہ یہ ہوا تھا۔ کہ مسٹر نیازی کے خلاف امتناعی کارروائی کی جائے۔ اور پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۳ کے تحت ان کی گرفتاری کے احکام صادر کئے جائیں۔ جیسا کہ میں اپنے تحریری بیان میں ظاہر کر چکا ہوں۔ یہ سب کچھ اسی روز کیا گیا۔

س: کیا یہ درست ہے۔ کہ ۱۱ مارچ کو نواحی اضلاع میں امن و امان بحال کیا جا چکا تھا؟

ج: ایجی ٹیشن میں کمزوری آ چکی تھی۔ اور صورت حال پہلے سے بہتر تھی۔ س: کیا یہ درست ہے کہ مسٹر دولتانہ کے مستعفی ہونے تک دو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں اور پولیس سپرنٹنڈنٹوں نے رپورٹ پیش کی تھی۔ کہ ۶ مارچ کے بیان کی وجہ سے امن و امان کی حالت زیادہ خراب ہو گئی؟

ج: وزیر اعلیٰ کے بیان کے ردعمل کے متعلق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں سے رپورٹ مانگی گئی تھی اور میرے خیال میں اگر تمام کی نہیں۔ تو بعض کی رپورٹیں ضرور موصول ہوئی تھیں وہ کسی مسل میں ہوں گی۔

س: وزیر اعلیٰ کی ۶ تاریخ کی اپیل کا ردِ عمل کیا ہوا؟

ج: مجھے صرف تین اضلاع کے متعلق علم ہے۔ لاہور میں اس کا ردعمل بہت برا ہوا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ حکومت ان کو دوسری بار دھوکہ دینے کی کوشش کر رہی ہے۔ ان میں سے بعض لوگ اس بات پر زیادہ دلیر ہو گئے۔ سی آئی ڈی۔ پی کو راولپنڈی اور ملتان کے سپرنٹنڈنٹوں کی طرف سے جو رپورٹیں موصول ہوئیں یہ ظاہر کرتی تھیں۔ کہ ان اضلاع میں ردِ عمل موافق ہے۔ درحقیقت راولپنڈی کے سپرنٹنڈنٹ نے کہا کہ جی حکام نے ۶ مارچ کے بیان کی اشاعت پر جو پابندی لگائی ہے۔ اس کا اثر الٹا پڑا ہے۔ یہ وہ ردِ عمل تھا جس کی رپورٹ ان دو سپرنٹنڈنٹوں نے پیش کی اور بعد ازاں انہوں نے اگر اپنی رپورٹ پر نظر ثانی کی ہو تو مجھے اس کا علم نہیں۔

وکیل کی طرف سے

س: کیا یہ بات آپ کے علم میں ہے۔ کہ جونہی "قادیانی مسئلہ" اشاعت پذیر ہوا۔ سی آئی ڈی نے اس کے خلاف تحقیقات شروع کر دی؟

ج: جب انہیں اس بات کا علم ہوا۔ تو انہوں نے اس مسئلہ اور اس کے متعلق چیزوں کی تحقیقات شروع کر دی۔ س: کیا آپ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ۵ تاریخ کی شام کو گورنمنٹ ہاؤس میں کوئی اجلاس ہوا تھا؟ ج: ہاں یہ بات میں کامل وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ س: یہ اجلاس کس کے بجے ہوا؟ ج: میرا خیال ہے۔ کہ یہ اجلاس شام کو ہوا۔ اس کا وقت اس چٹ پر درج ہے۔ جس میں اے۔ ڈی۔ آئی جی (سی۔ آئی۔ ڈی) بعض مزید یادداشتیں قلمبند کر رہے تھے۔ میں یہاں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ اس اجلاس کی کارروائی کے قلمبند نہ ہونے کی ذمہ داری مجھ پر آتی ہے۔ صبح کے وقت میں نے اجلاس کی کارروائی لکھی تھی اور چیف سیکرٹری کے دستخط کے لئے اسے گورنمنٹ ہاؤس میں سائیکلوسٹائل کرایا تھا۔ شام کو ملک حبیب اللہ میرے ساتھ بیٹھے تھے۔ اور کارروائی قلمبند کر رہے تھے۔ میں نے یہ کاغذ ان کی نوٹ بک سے نکال لیا۔ اور ان سے کہا کہ اس یادداشت کی بنیاد پر میں اس اجلاس کی کارروائی بھی قلمبند کروں گا۔ میں یہ کام اگلے روز کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اگلے روز ایسے واقعات رونما ہوئے۔ جن کے بارے میں عدالت کو اچھی طرح معلوم ہے۔ یہ واقعات مجھ پر غالب آ گئے ہیں۔ میں یہ کارروائی قلمبند نہ کر سکا۔ اور یہ کاغذ اس وقت میرے ہی پاس رہا۔ جب تک میں نے اس مسل میں منسلک کرنے کے لئے سی آئی ڈی کو نہیں دے دیا۔

س: اس نوٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ عزت مآب گورنر اور جی۔ او۔ سی دونوں ۶ بجے شام اس اجلاس میں شریک تھے؟ ج: عزت مآب موجود تھے۔ وہ اس اجلاس کی صدارت کر رہے تھے۔ جی۔ او۔ سی کے ساتھ دو اور فوجی افسر بریگیڈیئر کلو اور بریگیڈیئر حق نواز بھی تھے۔ س: کیا اس اجلاس میں فائرنگ میں کمی کرنے کے متعلق کچھ کہا گیا؟

ج: جی ہاں۔ عزت مآب گورنر نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ کرفیو کی بھی ٹیکنیکل خلاف ورزی پر فائرنگ نہ کی جائے۔ یہ کہنے کی ضرورت غالباً اس لئے پیش آئی کہ صبح کا فیصلہ یہ تھا۔ کہ شہر میں جب کبھی امتناعی حکم کی خلاف ورزی ہو۔ ہر جگہ طاقت سختی سے استعمال کی جائے۔ میرا خیال ہے۔ کہ اس سلسلہ میں LET = UP کا لفظ خود عزت مآب نے استعمال کیا تھا

س: صبح کے فیصلے پر نظر ثانی کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

ج: اس کی کوئی توجیہہ بیان نہیں ہوئی۔ یا کم از کم مجھے اس وقت یاد نہیں کہ کوئی توجیہہ کی گئی ہو۔ لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں۔ کہ چونکہ اس اجلاس میں یہ رپورٹ دی گئی تھی۔ کہ سہ پہر کے آغاز سے کوئی حادثہ نہیں ہوا۔ اور چونکہ شہریوں کے اجلاس میں صبح کی صورت حال کے متعلق انسپکٹر جنرل پولیس نے جو جائزہ پیش کیا تھا۔ اس پر احتجاج کا ایک طوفان برپا ہو گیا تھا۔ اس لئے عزت مآب گورنر اور ارکان کابینہ نے محسوس کیا۔ کہ فائرنگ میں کمی کر دی جائے۔ اور امتناعی حکم کی محض اصطلاحی خلاف ورزیوں پر فائرنگ نہ کی جائے۔ س: کیا اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اگلے روز زیادہ بھی جمعہ کی نماز میں شرکت کے لئے جانا چاہتے تھے؟ ج: میں نے ۵ کو اس طرح کے کسی ارادے کے آثار نہیں دیکھے۔ لیکن ممکن ہے۔ عزت مآب گورنر نے اس اجلاس میں اس حقیقت کو ملحوظ رکھا ہو۔ کہ دوسرے روز جمعہ تھا۔ س: آپ نے کہا ہے کہ انسپکٹر جنرل پولیس فوج کے ساتھ حکومت پنجاب کے رابطہ افسر تھے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

ج: کام کے قواعد میں یہی کہا گیا ہے۔ صوبائی حکومت کو اگر ان معاملات کے سلسلہ میں جن کا تعلق انسپکٹر جنرل پولیس اور داخلی دفاع سے ہے۔ فوج سے سلسلہ جنبانی کرنی ہو تو ایسا آئی جی پولیس کے ذریعہ کرنا چاہیئے۔

مسٹر یعقوب علی خان نے عدالت کی اجازت سے دریافت کیا کہ کیا اس چٹ میں جو اگزبیٹ ڈی۔ ای ۲۳۱ کی حیثیت سے اصل عدالت ہے۔ ۵ مارچ کی شام کو گورنمنٹ ہاؤس میں ہونے والے جلسے کی جو روئداد لکھی ہوئی ہے۔ وہ صحیح ہے۔

ج: جی ہاں۔ لیکن صرف ایک مختصر خلاصے کی شکل میں۔ س: کیا اگزیبٹ ڈی۔ ای ۱۳۰۴ مشترکہ سول اور فوجی کارروائی آپ کے علم میں آئی ہے؟

ج: جن لوگوں کو ہدایتیں ملتی ہیں۔ میں ان میں شامل نہیں ہوں۔ اور میں نے انہیں اس سے پہلے نہیں دیکھا۔

مسٹر اسد اللہ خان نے عدالت کی اجازت سے سوال کیا۔ کیا مولانا غلام محمد ترنم سیکرٹریٹ کی مسجد میں نماز جمعہ کے پیش امام اور خطیب تھے؟

ج: جی ہاں۔

عدالت کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے گواہ نے کہا۔ کہ میں نے انسپکٹر جنرل اور ڈی آئی جی سی آئی ڈی سے ایک بار تبادلہ خیال کیا تھا۔ اور اس کے نتیجے کے طور پر میں نے ۴ جولائی ۵۲ء کا نوٹ لکھا تھا جس میں میں نے احمدیوں کے خلاف تحریک کا عقائد سے متعلق بنیادوں پر جائزہ لیا تھا۔ اس نوٹ کا بنیادی مقصد یہ تھا۔ کہ چیف سیکرٹری اور وزیر اعلیٰ ہماری رائے سے اتفاق کریں۔ تو وزیر اعلیٰ کو مطالبات کے متعلق وزیر اعظم کے نام اس نہج پر ایک خط لکھنا چاہیئے۔ جس کا نوٹ میں ذکر کیا گیا تھا۔ چیف سیکرٹری نے محسوس کیا۔ کہ اس طرح کا استصواب مرکزی حکومت کو بھیجنا ضروری نہیں ہے۔ وزیر اعلیٰ نے خط نہیں لکھا۔ لیکن انہوں نے یہ ضرور کہا تھا۔ کہ وہ وزیر اعظم سے بات کریں گے۔ اس طرح کا کوئی خط کبھی نہیں بھیجا گیا۔

مسٹر فضل الٰہی نے عدالت کی اجازت سے سوال کیا۔ کہ احرار رہنماؤں کے خلاف گوجرانوالہ کے مقدمات کیوں واپس لے لئے گئے تھے؟

ج: جن حالات میں یہ مقدمات واپس لئے گئے تھے ان کی تشریح فائل نمبر ۱۶ (۳) ۹۹ جلد ۲ میں کر دی گئی ہے۔ س: (عدالت کی طرف سے) وزیر اعلیٰ نے جس تاریخ کو احرار سے کوئی مفاہمت کی تھی۔ وہ ۲۱ جولائی ہے۔ تو گوجرانوالہ کے مقدمات ۱۶ جولائی کو کیوں واپس لئے گئے؟

ج: ۱۵ جولائی ۱۹۵۲ء کے اجلاس جو وزیر اعلیٰ نے جو احکام صادر کئے تھے۔ وہ یہ تھے۔ کہ احرار کے دو رہنما یعنی ماسٹر تاج الدین اور شیخ حسام الدین کو سرگودھا میں سزا مل چکی ہے۔ اس لئے گوجرانوالہ کے مقدمات واپس لے لئے جائیں۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گوجرانوالہ کو ان احکام کے مطابق ہدایت کر دی گئی تھی۔ س: ۱۵ جولائی ۱۹۵۲ء کے اجلاس کی روئداد کا کیا کوئی ریکارڈ موجود ہے؟

ج: ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس اجلاس کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا گیا تھا۔ س: کیا ان مقدمات کی واپسی سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ کہ ۱۵ جولائی کو یا اس سے قبل وزیر اعلیٰ اور احرار رہنماؤں کے درمیان کوئی مفاہمت ہو چکی تھی؟ ج: وزیر اعلیٰ نے مجھ سے انسپکٹر جنرل اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل سی آئی ڈی سے اس مفاہمت کا ذکر پہلی بار ۲۱ جولائی کو کیا تھا جب انہوں نے ہمیں اپنے دفتر میں طلب کیا تھا۔ ۱۵ جولائی کو وزیر اعلیٰ نے مجھ سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گوجرانوالہ کو بلانے اور انہیں مقدمہ واپس لینے کی ہدایت کرنے کو کہا تھا۔

فائل نمبر ۱۶ (۳) ۹۳ جلد اول کے صفحہ ۴۶ پر میرے نوٹ مورخہ ۱۸ جولائی خصوصاً اس کے دوسرے پیراگراف سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۵ جولائی کے اجلاس میں ہوم سیکرٹری انسپکٹر جنرل پولیس اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل سی آئی ڈی نے شرکت کی تھی۔ (بحوالہ ملت لاہور)

عبدالستار نیازی اپنی تقریروں میں عوام کے جذبات کو مشتعل کر رہے تھے

دہلی دروازے کے جلسے میں نہایت اشتعال انگیز اور انتہائی قابل اعتراض تقریریں کی گئی ہیں

تحقیقاتی عدالت میں سید اعجاز حسین شاہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کا بیان

لاہور۔ ۱۰ر جنوری۔ چیف جسٹس مسٹر محمد منیر اور مسٹر جسٹس ایم آر کیانی پر مشتمل فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں کل حکومت پنجاب کے ہوم سیکرٹری مسٹر غیاث الدین احمد کا بیان مکمل ہوگیا۔ ہفتے کے روز تحقیقاتی عدالت میں لاہور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سید اعجاز حسین شاہ کی شہادت جاری رہی۔ وہ ایک سو تینتیسویں گواہ ہیں۔ جنہوں نے عدالت کے ۸۰ اجلاسوں میں شہادتیں دیں۔

حکومت پنجاب کے وکیل مسٹر فضل الٰہی کی جرح کے دوران میں مسٹر اعجاز حسین ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے تسلیم کیا کہ انہوں نے ستائیس یا اٹھائیس فروری کو افسروں کے ایک اجلاس میں شرکت کی تھی تاکہ فسادات سے پیدا ہونے والی صورتِ حال پر غور کیا جا سکے۔

سوال:۔ کیا "راست اقدام" کی دھمکی دئے جانے کے بعد آپ کو حکومت کی طرف سے کوئی ہدایات ملی تھیں۔ کہ صورتِ حال سے کس طرح نپٹا جائے؟

بعض فائلیں دیکھ کر اپنی یادداشت تازہ کرنے کے بعد گواہ نے اثبات میں جواب دیا۔

انہوں نے کہا کہ ۲۸ر فروری سنہ ۱۹۵۳ء کو مجھے چیف سیکرٹری کی طرف سے تحریری ہدایات ملیں جن کے تیسرے پیرے میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو ہدایت کی گئی تھی۔ کہ اس وقت تک کوئی مزید گرفتاری نہ کی جائے۔ جب تک مقامی حالات اسے ناگزیر نہ بنا دیں۔ سوال:۔ کیا آپ نے یہ محسوس نہ کیا کہ ان ہدایات نے ایک لحاظ سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی حیثیت سے آپ کے اختیار تمیزی میں دخل اندازی کی ہے؟

جواب:۔ جی نہیں! یہ میرے لئے ایک مشورہ تھا جس سے میرے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی حیثیت سے اختیارات یا اختیار تمیزی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ عدالت کے استفسار پر گواہ نے بتایا کہ انہوں نے مزید گرفتاریاں کی تھیں۔ سوال:۔ کیا یہ گرفتاریاں آپ نے اپنے اختیار تمیزی کو استعمال کرتے ہوئے کی تھیں یا کسی اور افسر کے مشورے سے آپ نے ایسا کیا تھا؟ جواب:۔ بعض گرفتاریاں ایس۔ ایس۔ پی کے مشورے سے کی گئی تھیں لیکن جب ہم کسی غیر قانونی اجتماع سے دوچار ہوتے تھے تو موقع پر بھی گرفتاریاں عمل میں آتی تھیں۔

سوال:۔ اس خط میں مستعمل الفاظ "مزید گرفتاریاں" کا کیا مطلب ہے۔ کیا ان کا مطلب اس قسم کے اشخاص کی گرفتاریاں نہیں ہے۔ جو حکومت کے احکام کی بناء پر گرفتار کئے گئے تھے؟ جواب:۔ جی ہاں۔ سوال:۔ کیا آپ نے کسی ایسے شخص کو گرفتار کیا تھا؟ جواب:۔ کہہ نہیں سکتا۔ سوال:۔ کیا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی حیثیت سے یہ بات آپ کے نوٹس میں آئی تھی کہ ان اشخاص کے علاوہ جن کی گرفتاری کے لئے اس خط میں خاص طور پر حکم دیا گیا تھا۔ کچھ اور مشہور اشخاص بھی تھے۔ جو راست اقدام تحریک کو چلا رہے تھے؟ مجھے اب ان کی فہرست یاد نہیں رہی۔ سوال:۔ اگر حکومت کا یہ خط موجودہ صورت کی بجائے اس شکل میں ہوتا کہ "حکومت ہدایت کرتی ہے کہ آپ کو بعض مخصوص اشخاص کو گرفتار گرفتار کرنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ جہاں آپ یہ خیال کریں کہ کوئی دوسرا شخص تحریک کی حمایت کرنے کا ذمہ دار ہے۔ آپ کو اسے بلا تامل گرفتار کر لینا چاہیئے"۔ تو کیا آپ یہ محسوس کرتے۔ کہ حکومت تحریک کو روکنے کی زیادہ خواہش رکھتی ہے اور آپ کے لئے اپنے اختیار تمیزی کو استعمال کرنے کے لئے زیادہ امکان موجود ہوتا؟ جواب:۔ جی نہیں مجھے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی حیثیت سے اس کی گرفتاری کا حکم دے دیا ہوتا۔ چاہے مجھے یہ خط اس موجودہ صورت میں ملتا یا مجوزہ صورت میں۔ سوال:۔ آپ کو سب سے پہلے مولانا عبدالستار نیازی کی سرگرمیوں کا علم کب ہوا؟ جواب:۔ غالباً یکم کو۔ سوال:۔ آپ نے انہیں اسی دن کیوں گرفتار نہ کر لیا؟ جواب:۔ مجھے ان کے متعلق یہ اطلاع ملی تھی کہ وہ مسجد وزیر خاں میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی کوئی تقریر یا اقدام ایسا نہیں تھا کہ میں ان کی گرفتاری کا حکم دیتا۔ سوال:۔ کیا یکم مارچ کو مسجد وزیر خاں میں لوگوں کا کوئی اجتماع ہوا تھا؟ جواب:۔ جی ہاں۔ سوال:۔ کیا آپ مسجد وزیر خاں گئے تھے تاکہ یہ تصدیق کر سکیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ جواب:۔ میں نہیں گیا تھا۔ سوال:۔ کیا یہ اس لئے تھا۔ کہ آپ نے خیال کیا تھا کہ مسجد وزیر خاں کی صورتِ حال اتنی پیچیدہ اور خطرناک تھی نہ کہ آپ کو اس کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی؟ جواب:۔ جی نہیں

سوال:۔ آپ پہلی مرتبہ مسجد وزیر خاں میں کب گئے تھے؟ جواب:۔ مارشل لاء کا اعلان ہو جانے کے بعد۔ سوال:۔ کیا آپ کو یہ معلوم تھا کہ مسجد وزیر خاں تحریک کے محرکوں کا گڑھ تھا؟ جواب:۔ جی ہاں سوال:۔ پھر آپ پہلے مسجد وزیر خاں کیوں نہیں گئے تھے؟ جواب:۔ میں نے جب دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی تھی تو اس کے بعد وہاں جانا پولیس کا کام تھا۔ سوال:۔ جو کچھ آپ پہلے بیان کر چکے ہیں اس سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ یکم مارچ کو مولانا عبدالستار نیازی کی سرگرمیوں کو خطرناک تصور نہیں کرتے تھے؟ جواب:۔ مجھے اس بات کی اطلاع ۲ر مارچ کو ملی تھی کہ وہ حکومت اور نظم و نسق پر مسلسل نکتہ چینی کر رہے ہیں۔ اور لوگوں کے جذبات کو خلاف سماج سرگرمیوں کی طرف بڑھا رہے ہیں۔ سوال:۔ آپ نے کہا ہے کہ حکومت نے ایسے اشخاص کی گرفتاری کے متعلق آپ پر کوئی پابندی عائد نہیں کی تھی۔ تو پھر آپ نے انہیں ۲ر مارچ کو کیوں گرفتار نہیں کر لیا تھا؟ جواب:۔ مجھے تاریخ کے متعلق غلطی ہو گئی ہے۔ دراصل مجھے مولانا عبدالستار نیازی کی قابلِ اعتراض سرگرمیوں کی اطلاع ۲ر کو نہیں بلکہ ۳ر مارچ کو ملی تھی۔ سوال:۔ کیا آپ نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ مولانا نیازی نے اپنے آپ کو مسجد وزیر خاں میں کیوں بند کر رکھا ہے؟ جواب:۔ وہ ان دنوں لاہور میں ٹھہرے تھے۔ اور پہلی دفعہ ان کا مسجد وزیر خاں جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ بعد میں جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ تقریباً مستقل طور پر مسجد میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اور اپنی تقریروں سے عوام کے جذبات کو مشتعل کر رہے ہیں۔ تو میں نے ان کی گرفتاری کا حکم دینے پر سنجیدگی سے غور کیا۔ سوال:۔ کیا یہ تین مارچ کو ہوا؟ جواب:۔ جی ہاں! میں ان کی گرفتاری کا حکم دینے پر غور کر رہا تھا اور مجھے ایس۔ ایس۔ پی سے اس معاملہ پر بات چیت کرنی تھی۔ اسی اثناء میں کابینہ کا اجلاس ہوا۔ جس میں میں نے پُر زور طور پر یہ تجویز پیش کی کہ مولانا نیازی کو گرفتار کر لینا چاہیئے لیکن اجلاس میں اکثریت کی رائے یہ تھی کہ انہیں مسجد کے اندر گرفتار نہیں کرنا چاہیئے۔ سوال:۔ کیا آپ نے اپنے اختیار تمیزی پر اسے بندش خیال نہیں کیا تھا؟ جواب:۔ جی ہاں۔ سوال:۔ کیا آپ کو یہ احساس تھا کہ اس خط سے آپ کو جو اختیار تمیزی دیئے گئے ہیں۔ ان پر عمل کرنے سے پہلے آپ کو حکومت سے مشورہ کرنا چاہیئے؟ جواب:۔ جی نہیں!

سوال:۔ جب ۳ر مارچ کو آپ کا اپنا خیال تھا کہ مولانا عبدالستار نیازی کو فوری طور پر گرفتار کر لینا چاہیئے۔ تو آپ نے گرفتاریوں کے متعلق اپنے ان اختیارات کو کیوں استعمال نہیں کیا جو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی حیثیت سے آپ کو حاصل تھے؟ جواب:۔ تین مارچ کو میں نے انہیں گرفتار کرنے کا کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ اور میں نے اس معاملے پر ایس۔ ایس۔ پی سے گفتگو کرنا بہتر خیال کیا۔ لیکن میرے ایسا کرنے سے پہلے کابینہ کا اجلاس منعقد ہوا اور میں نے معاملہ اس کے سامنے رکھدیا۔ سوال:۔ کیا یہ ۳ر مارچ کو ہوا۔ جواب:۔ ۳ر یا ۴ر مارچ کو۔

سوال:۔ آپ کو مولانا عبدالستار نیازی کی مضرت رساں سرگرمیوں کی اطلاع کب ہوئی تھی؟ جواب:۔ صحیح تاریخ تو مجھے یاد نہیں لیکن اسے اس طرح مقرر کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے ایک شام ایک بہت زیادہ قابل اعتراض تقریر کی، صبح اس تقریر کی مجھے اطلاع ملی۔ جس پر میں نے ایس۔ ایس۔ پی کو بلایا۔ ان سے معاملہ کے متعلق گفتگو کی اور ان سے درخواست کی کہ وہ مجھے اس تقریر کی ڈائری دیکھنے دیں۔

آپ نے کہا یہ وہ دن تھا جب مجھے ایچ سی ایم کے کمرے میں بھیجا گیا تھا۔ جہاں ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں چیف سیکرٹری، ہوم سیکرٹری آئی جی اسسٹنٹ ٹو دی آئی جی سی آئی ڈی اور وزراء بھی موجود تھے۔ سوال:۔ یہ تقریر کہاں کی گئی تھی؟ جواب:۔ مسجد وزیر خاں میں۔ سوال:۔ مولانا عبدالستار نیازی کے مسجد وزیر خاں چلے جانے سے پہلے کیا ان کی کوئی قابل اعتراض تقریر آپ کے علم میں آئی تھی؟ جواب جی نہیں۔ سوال سیکرٹری نے بیان کیا تھا کہ جس اجلاس میں مولانا عبدالستار خان نیازی کی گرفتاری پر غور کیا تھا وہ ۴ر کو ہوا تھا ۳ر کو نہیں۔ جیسا کہ آپ نے اپنے تحریری بیان میں کہا ہے۔ کیا آپ اب یاد کر سکتے ہیں کہ وہ ٹھیک کونسی تاریخ تھی۔ جس پر آپ نے ان کی گرفتاری کی تجویز پیش کی تھی؟ جواب:۔ یہ بیان میں نے پچ

حضرت مصلح موعود کا ارشاد

"اس وقت تلوار کے جہاد کی بجائے تبلیغِ اسلام کا جہاد ہر مومن پر فرض ہے"۔

اس لئے آپ اپنے علاقہ کے جن مسلمانوں اور غیر مسلموں کو تبلیغ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے پتے روانہ فرمایئے۔ پتے خوشخط ہوں۔ ہم ان کو مناسب لٹریچر روانہ کرینگے

عبداللہ الہ دین سکندرآباد دکن

یادداشت سے لکھا تھا۔ کیونکہ اس وقت میرے سامنے اس کے متعلق کوئی تحریری ریکارڈ موجود نہیں تھا۔ ممکن ہے کہ تاریخوں میں کچھ غلطی ہوگئی ہو۔ سوال:۔ سوال یہ ہے کہ جب حکومت کی ۲۸ر کی ہدایات سے آپ پر کوئی پابندی عائد نہیں ہوئی تھی۔ تو آپ نے کسی اور کو اطلاع دیئے بغیر مولانا نیازی کے خلاف کیوں کارروائی نہ کی؟

جواب:۔ اس کیلئے وضاحت کی ضرورت ہے مسٹر اعجاز حسین شاہ نے کہا کہ لاہور میں جب کبھی کسی ایسی گرفتاری کا حکم دیا جاتا ہے یا اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ تو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، ہوم سیکرٹری جیسے اعلیٰ ذمہ داروں سے مشورہ حاصل کرنے کا فائدہ حاصل کر لیتا ہے اور خاص طور پر اس معاملہ میں اسے حکومت سے مشورہ کر لینے میں کوئی تامل نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اسی طرح جب وہ ایسے معاملات کے متعلق سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس سے مشورہ کرتا ہے تو سینئر سپرنٹنڈنٹ ڈی۔آئی۔جی سنٹرل رینج ڈی آئی جی۔سی۔آئی ڈی اور آئی جی سے مشورہ کرتا ہے۔ سوال:۔ کیا آپ کو ۴ یا ۵ر مارچ کو بیرون دہلی دروازہ میں ہونے والی کسی قابل اعتراض تقریر کی اطلاع ملی تھی؟ جواب:۔ مجھے تقریروں کے بعد ان کے لب لباب کی اطلاع مل گئی تھی۔ دراصل مجھے کوئی اطلاع نہیں ملی تھی کہ اس دن دہلی دروازے کے باہر کوئی جلسہ منعقد کیا جا رہا ہے۔ سوال:۔ مقرر کونسا تھا؟

جواب:۔ میرا خیال ہے کہ ان میں سے ایک سیالکوٹ کا کوئی مولوی تھا۔ اس کے علاوہ مجھے اور کسی کا نام یاد نہیں جس نے وہاں تقریر کی ہو۔ سوال:۔ کیا یہ تقریر بڑی اشتعال انگیز اور غلط بیانیوں سے بھرپور تھی؟ جواب:۔ میں نے پہلے ہی اپنے تحریری بیان میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔ یہ بیان کیا گیا تھا کہ اس جلسے میں نہایت اشتعال انگیز اور انتہائی قابل اعتراض تقریریں کی گئیں تھیں۔

سوال:۔ کیا آپ نے مقرر کو گرفتار کیا؟ جواب:۔ درحقیقت ہوا یہ کہ ہم ابھی سول لائنز پولیس سٹیشن میں جلسے کی کارروائی کے متعلق معلومات حاصل کر رہے تھے اور ان پر غور کر رہے تھے۔ کہ ہمیں ڈی ایس پی کے قتل کی صورت حال سے نپٹنا پڑا۔ سوال:۔ کیا آپ نے اس شخص کی گرفتاری کے سوال پر غور کیا؟ جواب:۔ جی نہیں۔ سوال:۔ جب ۲۸ر کو گرفتاریاں عمل میں آئیں کیا اس وقت لاہور میں مجلس عمل کے کچھ ارکان موجود تھے۔ جو گرفتار نہیں ہوئے تھے؟ جواب:۔ میں کہہ نہیں سکتا۔ سوال:۔ کیا آپ نے مجلس عمل کے ان ارکان کو گرفتار کرنے کے سوال پر غور کیا تھا۔ جنہیں لاہور یا کراچی میں گرفتار نہیں کیا گیا تھا؟

جواب:۔ ایس ایس پی سے مجھے ملنے والی اطلاع کے مطابق سی آئی ڈی اس سوال پر سنجیدگی سے غور کر رہی تھی۔ سوال:۔ پھر اس وقت کیا فیصلہ کیا گیا تھا؟ جواب:۔ کچھ گرفتاریاں غالباً ۲۸ر کے بعد ۲۸ر کو کر لی گئی تھیں۔ اور اس کے بعد یہ معاملہ کبھی میرے نوٹس میں نہیں لایا گیا تھا۔ سوال:۔ کیا یہ گرفتاریاں ان کے علاوہ تھیں جن کے متعلق ۲۷ر کو فیصلہ کیا گیا تھا؟ جواب:۔ دراصل یہ فیصلہ کرنا سی آئی ڈی کا کام تھا کہ کس کو گرفتار کرنا چاہیئے اور سی آئی ڈی اس پر غور کر رہی تھی۔ سوال:۔ ۲۸ر کو خط کے ذریعے آپ کو جو اختیار تمیزی دیا گیا تھا کیا اس کے قطع نظر؟ جواب:۔ خط کے بعد مجھے اس کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی تھی کہ وہ اس سلسلہ میں کیا سوچ رہے تھے۔ میرا خیال ہے کہ خط کے بعد ایسی کوئی گرفتاری نہیں کی گئی تھی۔

سوال:۔ اگر حکومت کے ۲۸ فروری والے خط سے آپ کے اختیار تمیزی پر کوئی پابندی نہیں آئی تھی تو کیا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی حیثیت سے آپ کا فرض یہ نہیں تھا کہ آپ پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت مجلس عمل کے اراکین کے خلاف کارروائی کرتے؟ جواب:۔ درحقیقت یہ میرے فرائض منصبی میں شامل تھا۔ سوال:۔ پھر آپ نے اس سوال کی طرف توجہ کیوں مبذول نہ کی؟ جواب:۔ یہ معاملہ سی آئی ڈی کے زیر غور تھا عام طور پر یہی شاخ ایسے معاملات سے نپٹتی ہے۔

سوال:۔ آپ کے تحریری بیان میں ۳ر مارچ کے واقعات کے متعلق حسب ذیل پیرا درج ہے۔

”میں نے تجویز کیا تھا کہ مولانا عبدالستار نیازی کو جو گذشتہ دو دن سے عوام کو مشتعل کر رہے تھے اور تمام وقت مسجد وزیر خاں کے اندر گزار رہے تھے۔ جتنی جلدی ممکن ہو سکے مسجد کے اندر گرفتار کر لینا چاہیئے۔“

کیا اب آپ یاد کر سکتے ہیں کہ جب آپ کو پہلی دفعہ مسٹر نیازی کی قابل اعتراض سرگرمیوں کا علم ہوا وہ مارچ کی پہلی تاریخ تھی؟ جواب:۔ جی نہیں! یہ تحریری بیان مسٹر نیازی کے مسجد وزیر خاں جانے کے متعلق اس مبہم اطلاع پر مبنی ہے۔ جو ایس ایس پی نے مجھے بہم پہنچائی تھی۔

کارروائی ۱۱ر جنوری

سوال:۔ ایس ایس پی نے آپ کو یہ مبہم اطلاع کب دی تھی؟ جواب:۔ غالباً ۳ر مارچ کو جب ہم غنڈہ کنٹرول ایکٹ کے تحت ٹریبونل کے ارکان کی حیثیت سے کمرہ عدالت میں ملے۔ سوال:۔ آپ نے اسے مبہم کیوں خیال کیا؟ جواب:۔ کیونکہ وہ خود بھی وثوق کے ساتھ یہ نہیں بتا سکتے تھے۔ کہ مسٹر نیازی کس وقت اور کس دن مسجد میں گئے۔ سوال:۔ لیکن تحریری بیان تو ایسا کوئی ابہام ظاہر نہیں کرتا۔ جواب:۔ میں نے اپنے تحریری بیان کی اساس اس اطلاع کو بنایا ہے، جو مجھے دی گئی۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں۔ ان کا پہلا قابل اعتراض اقدام ان کی تقریر تھا۔ اس سے پہلے ہمیں دوسری کوئی اطلاع نہیں تھی۔

سوال:۔ آپ نے کل یہ بتایا تھا۔ کہ مسجد کے اندر سے مولانا عبدالستار خاں نیازی کو گرفتار کرنے کے متعلق آپ کی تجویز ۳ر مارچ کو وزراء کے اجلاس میں مسترد کر دی گئی تھی۔ لیکن اس تجویز کے بارے میں ہوم سیکرٹری سید غیاث الدین احمد نے اپنے تحریری بیان میں کہا ہے:۔

”یہ حقیقت نہیں ہے۔ کہ عبدالستار خاں نیازی کو گرفتار کرنے کے متعلق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی تجویز مسترد کر دی گئی ہے۔ فیصلہ یہ ہوا تھا۔ کہ نیازی کے خلاف امتناعی اقدام کیا جائے، اور پنجاب کے پبلک سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۳ کے ماتحت ان کی گرفتاری کے احکام صادر کر دیئے جائیں۔ جیسا کہ میں نے اپنے تحریری بیان میں کہا۔ یہ فیصلہ اسی دن ہوا تھا“۔

سوال:۔ کیا یہ درست ہے؟ جواب:۔ اگر ہوم سیکرٹری اس اجلاس کا ذکر کر رہے ہیں جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ تو یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے مسجد کے اندر سے مولانا عبدالستار نیازی کو فوراً گرفتار کر لینے کی تجویز پیش کی تھی۔ لیکن یہ تجویز منظور نہ کی گئی۔ تاہم مولانا نیازی کی گرفتاری کے بارے میں کسی کو اختلاف نہیں تھا۔ سوال:۔ براہ کرم دستاویز ڈی۔ای۔۳۱۶ دیکھیں۔ جو ۴ر مارچ ۱۹۵۳ء کو وزیر اعلیٰ کے دفتر میں منعقدہ کانفرنس کی روئیداد ہے۔ اس کا پیراگراف ۲ (۱) یہ ہے نیازی کے خلاف فوراً امتناعی اقدام کیا جائے۔ اور ہوم سیکرٹری کی طرف سے پنجاب پبلک سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۳ کے ماتحت نیازی کی گرفتاری کے احکام جاری کئے ہیں۔

کیا یہ درست رپورٹ ہے۔ جواب:۔ یہ درست ہے۔ لیکن جو تجویز مسترد کی گئی۔ وہ یہ تھی۔ کہ (۱) مولانا نیازی کو فی الفور (۲) مسجد کے اندر سے گرفتار کیا جائے۔ سوال:۔ کیا اجلاس کی روئیداد میں بیان کردہ فیصلے میں یہ مفہوم تھا۔ کہ انہیں خود بخود مسجد سے نکلنے کے بعد (مثلاً تین روز بعد) گرفتار کیا جائے۔ جواب:۔ غالباً یہ بات میں واضح نہیں کر سکا۔ میری تجویز یہ تھی۔ کہ مولانا نیازی کو فی الفور مسجد کے اندر سے گرفتار کیا جائے۔ لیکن اجلاس میں عام رائے یہ تھی۔ کہ انہیں مسجد کے اندر گرفتار نہ کیا جائے۔ گرفتاری اسی وقت کی جائے۔ جب وہ مسجد سے باہر ہوں۔

سوال:۔ یہ ہمارے اس سوال کا جواب نہیں۔ جو اس امر سے پیدا ہوتا ہے۔ کہ کانفرنس کے فیصلہ کے بارے میں آپ کی تعبیر کے مطابق مولانا نیازی کو فوراً اور مسجد کے اندر گرفتار نہیں کیا جانا تھا؟ جواب:۔ میں نہایت ادب کے ساتھ یہ کہوں گا کہ میرا مطلب یہ نہیں۔ ان کی گرفتاری کے متعلق دو رائیں نہیں تھیں، ہم سب اس پر متفق تھے کہ انہیں گرفتار کیا جانا چاہیئے۔ لیکن فیصلہ یہ کیا گیا۔ کہ گرفتاری اس وقت کی جائے۔ جب وہ مسجد سے باہر ہوں۔ غالباً اس فیصلہ کا محرک مسجد کے احترام کا احساس تھا۔ سوال:۔ مسجد سے ان کے باہر آنے کی توقع کب تھی؟ جواب:۔ یہ کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔ سوال:۔ اگر کانفرنس کے فیصلہ پر آپ کی تعبیر منطبق کی جائے۔ تو کیا یہ فیصلہ مؤثر ہوتا؟

جواب:۔ جی نہیں اور یہی مجھے گلہ تھا۔ سوال:۔ کیا نیازی کی نظر بندی کا حکم جاری کرنے کا مقصد یہ نہیں تھا، کہ انہیں مسجد وزیر خاں میں مزید تقریر سے روکا جائے؟ جواب:۔ مقصد یہی تھا۔ سوال:۔ اگر انہیں مسجد سے گرفتار کرنا مقصود نہیں تھا۔ تو آپ کی تعبیر کی بنا پر ان کی نظر بندی کا حکم احمقانہ اور مہمل نہیں تھا۔ جواب:۔ میں یہ تو نہیں کہتا۔ درحقیقت میں یہ چاہتا تھا۔ کہ مسجد کے اندر جا کر انہیں فی الفور گرفتار کر لیا جائے۔ لیکن اس وقت گفتگو کا رجحان یہ تھا۔ کہ گرفتاری اس وقت کی جائے۔ جب وہ مسجد سے باہر ہوں۔ جہاں تک اجلاس کی روئیداد میں مندرج احکام کا تعلق ہے جن کا مجھے علم نہیں تھا۔ تعلق ہے۔ پولیس نے لازماً کارروائی ضرور کی ہوگی۔ سوال:۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ گو انہوں نے بظاہر آپ سے اتفاق نہ کیا۔ لیکن انہوں نے آپ کے علم کے بغیر حکم جاری کر دیا۔ جواب:۔ جی ہاں۔ پولیس نے اس حکم پر عملدرآمد کے لئے ضرور کوشش کی ہوگی۔ گو میں جانتا ہوں کہ اس دن انہیں گرفتار نہیں کیا گیا۔

مرزا ممتاز حسین قزلباش خیرپور کے پہلے منتخب وزیر اعلیٰ بن گئے

خیرپور یکم فروری۔ مرزا ممتاز حسین قزلباش کل ریاست خیرپور کے پہلے منتخب شدہ وزیر اعلیٰ ہو گئے۔ انہیں خیرپور اسمبلی کی مسلم لیگ پارٹی نے اپنا لیڈر چن لیا۔ پارٹی کے جلسے میں سب ممبر شریک ہوئے جن کی تعداد ۲۶ ہے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۱۱